قواعد رسالہ ہذا

۱- یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی ۲۰ تاریخ کو لاہور دار الخلافہ پنجاب سے شایع ہوتا ہے +
۲- اس کا سالانہ چندہ صرف تین روپیہ ہے - نمونہ کا پرچہ ۴ر کے ٹکٹ آنے پر ارسال کیا جاتا ہے +
۳- پُرانے پرچوں کی قیمت ۵ر سے کم نہیں لی جاوے گی +
۴- بونا فائیڈ طالب علموں سے اس رسالہ کی سالانہ قیمت صرف دو روپیہ لیجاویگی +
۵- کسی مضمون کو شایع کرنے یا گھٹانے بڑھانے کا اڈیٹر کو اختیار ہوگا +
۶- سیاسی مضمون بھیجنے والے اصحاب معاف فرماویں +
۷- خط و کتابت کرتے وقت اپنا پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرماویں +
۸- خط و کتابت و ترسیل زر بنام منیجر رسالہ بہار کشمیر ہونی چاہیئے +
۹- اُجرت اشتہارات ہر حالت میں پیشگی آنی چاہیئے +
۱۰- ایجنٹ صاحبان اشتہارات کے لئے خاص کمیشن مقرر ہے - جو کہ منیجر صاحب سے خط و کتابت کرنے پر معلوم ہوسکتی ہے +

پنڈت ہری کشن کول منیجر "رسالہ بہارِ کشمیر" چھووالی کوچہ مہتیاں لاہور

ماہ ستمبر ۱۹۲۴ء

رجسٹرڈ ایل ۱۵۴۳



بہارِ کشمیر لاہور

ایڈیٹر - پنڈت مہاراج ناتھ زتشی - ایم - اے پروفیسر ڈی - اے - وی کالج نواں محلہ شیرانوالہ دروازہ لاہور

جلد ۲	بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۴ عیسوی	نمبر ۴

فہرستِ مضامین

سب ایڈیٹران - پنڈت پران ناتھ صاحب کرواین ایم - ایس - سی - پنڈت ہرری پرشاد صاحب ایم - اے - پنڈت اوتار لال صاحب بقایا بی - اے - پنڈت سری کنٹھ کول صاحب ایم - اے توشہ خانی - مسیز اوتار لال بقایا (حصہ مستورات) پنڈت ہری کشن کول منیجر لاہور

چمنستانِ کشمیر

(جناب پنڈت جواہرناتھ صاحب غمخوار کول المتخلص بہ ساقیؔ !)

پنڈت صاحب کے مورث اعلےٰ پنڈت سدانند صاحب کول کو جلال الدین اکبر بادشاہ نے طلب کیا تھا آخر عہد اکبری میں وہ کشمیر سے آکر آگرہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ جہانگیر اپنے ہمراہ لاہور و کشمیر لے گیا۔ شاہ جہان کے وقت میں دہلی آئے منصب۔ پنجہزاری۔ سوار۔ جاگیر و مکان سکونت سب بادشاہ کی طرف سے تھا۔ اعتماد السلطنت مشیر الملک مرزا راجہ پنڈت سدانند کول غمخوار برادران کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے تھے۔ اسی طرح یہ عہدہ نسلاً بعد نسلاً قائم رہا۔ سب بزرگ متقی اور اہل طریقت تھے اور سلسلہ طریقت بھی جاری رکھتے تھے محمد شاہ کے عہد میں جناب ساقی کے والد کے دادا راجہ پنڈت پھمی نرائن کول عالم تخلص بادشاہ کی شراب خواری سے گھبرا کر بنارس چلے گئے۔ بادشاہ نے بہت روکنا چاہا۔ مگر انہوں نے کہا کہ عبادت کرنا چاہتا ہوں۔ تارک الدنیا ہونے کا خیال غالب ہوگیا ہے نواب سعادت علی خاں برہان الملک کو اُن سے بہت الفت تھی۔ انہوں نے کاشی جی میں رہنے نہ دیا۔ اپنے ہمراہ اودھ لے گئے۔ اُن کے فرزند راجہ صاحب رام نواب شجاع الدولہ کے دیوان رہے اور انکے فرزند راجہ بھولا ناتھ صاحب المتخلص بہ عارفؔ کو نواب آصف الدولہ کے زمانے میں انگریزوں نے اپنی ملازمت میں شامل کرلیا۔ شاہ عالم کے عہد سے جناب ساقی کے خاندان نے پھر دہلی میں سکونت اختیار کی۔ جناب ساقی کے دادا راجہ پنڈت بدری ناتھ صاحب باطن تخلص ریاست ریواڑی میں راجہ تلارام کے نائب ریاست رہے۔ رئیس ریواڑی نے ایام غدر میں سرکار انگلشیہ سے بغاوت کی۔ اور آخر شکست کھاکر ملک روس کی طرف فرار ہوگیا۔ انکے دادا صاحب نے سب ریاست کا کاروبار حضور والیسرائے بہادر کو سمجھا دیا اور خانہ نشین ہوگئے۔ سرکار نے انکو ملازمت میں شامل رکھنا چاہا۔ لیکن انہوں نے منظور نہ کیا۔ جناب ساقی کے والد راجہ نان پارہ کے ہاں تھے اور ساری عمر ان کی وہیں صرف ہوئی۔ وفات سے صرف دو سال پیشتر دہلی آکر عبادت خدا میں مصروف رہے۔ جناب ساقی نے ساری عمر درویشوں اور فقیروں کی خدمت گذاری میں صرف کی۔ تیرتھوں میں پھرتے رہے۔

تعلیم اول گھر پر ہوئی۔ انکے استاد پنڈت کنج لعل جی مہاراج ماسٹر رام پرشاد صاحب اور مولوی سید نظیر شاہ صاحب جیلانی تھے۔ بعد میں گورنمنٹ کالج میں داخل ہو کر ایف اے تک تعلیم پائی۔ والدہ اور اور قریبی عزیزوں کی وفات کے سانحات نے سلسلۂ تعلیم منقطع کر دیا ابتدا میں غزلیں پنڈت امر ناتھ صاحب آشفتہ صاحب عالم مرزا قادر بخش صاحب صابر۔ مرزا قربان علی بیگ سالک کو دکھائیں۔ اس پر دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ استاد سید زکی آنے والے ہیں۔ ان سے اصلاح لیا کرو۔ کئی غزلیں نہیں دکھائیں اور اس فن کے متعلق ان سے فیضیاب ہوئے۔ فارسی کلام جناب پنڈت اجودھیا پرشاد صاحب منشی مبتلا اتالیق مہاراجہ صاحب گوالیار اور جناب منشی ہر گوپال صاحب تفتہ دیوان ضیاء الدین خان نیّر کو دکھائیں۔ بعد میں کسی صاحب سے مشورہ کرنے کا اتفاق نہ ہوا۔ جناب ساقی کی یاد ان کے احباب کے دل سے کبھی دور نہیں ہو سکتی۔ ایسا زخم کاری ہے جو کبھی بھر نہیں سکتا۔ شعرائے دہلی کی محفل میں انکے راہی ملک بقا ہو جانے سے عجیب بے رونقی ہو گئی ہے۔ انہوں نے نہایت سنجیدہ اور باذاق طبیعت پائی تھی۔ زمانے کی ناموافقت سے تمام عمر تنگی میں گذاری مگر اس باحوصلہ بزرگ کے چہرے پر کبھی شکن تک نہ پڑنے پایا۔ مرنے سے چند سال پہلے کچھ ترکہ ہاتھ آیا۔ مگر اس درویش باکمال نے اپنی روش نہ بدلی۔ زر و مال کی کچھ بھی حقیقت نہ جانی مرتے وقت ہندو کالج۔ کشمیری دوبالہ یتیم خانہ کو کئی ہزار روپیہ عطا کر گئے۔ ایسی باکمال ہستیاں ہندوستان کے لئے مایۂ ناز ہیں۔ آپ کے کلام سے چند غزلیں تبرکاً ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ نہایت پر گو تھے۔ ہزارہا غزلیں کہیں۔ افسوس کہ بہت سا کلام ضائع ہو گیا۔ پنڈت پرتھی ناتھ صاحب اوکھل نے کلام جمع کیا تھا۔ مگر وہ بیاض نہ معلوم کہاں گئی۔ کچھ پتہ نہ چل سکا۔

مقام شکر ہے کہ آپ کے کلام کے چند مسودات مختلف پرچوں پر لکھے ہوئے جناب پنڈت رگھو ناراین صاحب ہاکسر رئیس دہلی نے نہایت احتیاط سے کشمیری دوبالہ لائبریری میں رکھوا دیئے تھے۔ انہیں ترتیب دے کر چھپوا دینے کا ارادہ کر رہا ہوں تاکہ اصحاب قوم حضرت ساقی کی طبیعت کے جداگانہ رنگ کو دیکھکر لطف باطنی اٹھائیں۔ اور خمخانہ ساقی کی دو آتشہ مئے کے جام کے سرور سے ارباب قوم کو گونہ بے خودی حاصل ہو۔

دہلی میں اہل ہنود میں اردو شاعری کا چرچا بہت کچھ اس پرانے استاد کی ذات سے

قائم تھا جناب ساقی کا ہر شعر ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ کہیں غالب کا رنگ جھلک رہا ہے کبھی مضامین کی شوخی بے ساختہ داغ کی یاد دلاتی ہے۔ کہیں پے در پے صدمات اٹھائے ہوا درد سے بھرا دل اپنی تڑپ کو ایسے پُرزور الفاظ میں ادا کرتا ہے کہ سننے والوں کے دل بھر آتے ہیں کہیں معرفت کا رنگ ہے۔

مسئلہ آواگون پر بحث چھڑی ہوئی ہے۔ پھر کن کن رموز معرفت کو آسان اور دل چسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ عجب ہمہ گیر طبیعت پائی تھی۔ جو کچھ کہتے تھے خوب کہتے تھے۔ خاص خاص بندشیں کلام کی زینت کو دوبالا کرتی ہیں۔ ساقی کی شاعری میں ایک خاص لطف اس وجہ سے حاصل ہوتا ہے کہ انکی شاعری بناوٹ اور تصنع سے خالی ہے۔ دل کی جلن کا اظہار بغیر کسی رکاوٹ کے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے امیر مینائی کے لائق شاگردوں کے ہم پلہ معلوم ہوتے ہیں۔ ساقی کی شاعری وہ شاعری نہیں جسے شاعر کی زندگی میں ہی لوگ بھول جاتے ہیں۔ یہ وہ شاعری ہے۔ جو جب تک اردو زبان قائم ہے قائم رہے گی۔ اس کیوجہ یہ ہے کہ ساقی کے کلام میں تاثیر ہے اس کے سننے سے آپ محسوس کرتے ہیں۔ کہ کن کن مدارج کو طے کر کے اس کامل فن کا عشق مجازی حقیقی میں بدلا ہوگا۔ جناب ساقی کو شہنشاہ معظم کے جشن تاجپوشی کے موقع پر قصیدہ کے صلہ میں تمغہ اور سند عطا ہوئی تھی۔ ساقی کی شاعری بعض اوقات تخیلات کی بلند پروازی کیوجہ سے انہیں نہایت ممتاز شعرائے اردو و فارسی کا ہم پلہ بناتی ہے

امید ہے کہ قدر دانان سخن بعد مطالعہ کے ان انمول جواہرات کی اصلی قیمت کا اندازہ لگا سکیں گے۔

کچھ ترحم بانئے بیداد کر ۔۔۔ خستہ دل ہیں قید سے آزاد کر
خودنمائے شوخ بے پروا نہ ہو ۔۔۔ ہم غریبوں کو کبھی تو یاد کر
منتظر تیرا ہوں اے رشک قمر ۔۔۔ میرے غمخانہ کو بھی آباد کر
تیری فرقت نے کیا افسردہ دل ۔۔۔ شاد میری خاطر ناشاد کر
ہیں فدا تیری محبت کے اسیر ۔۔۔ رحم انکے حال پر صیاد کر
ماجرائے عشق سُنکر یہ کہا ۔۔۔ پھر بیاں حسرت بھری روداد کر
کون سنتا ہے تیرا شور و فغان ۔۔۔ ترک ساقی نالہ و فریاد کر

نقش مضمر ہے لا مین اللہ کا
موج پردہ ہے روئے دریا کا

پہ فریب نظر جو عالم ہے
عشق کا ناز ہے خود آرا کا

چھپ گیا پردہ تنغی میں احد
جب ملا نہ پتا مسمّا کا

جرس آہنگ صوت سرمد ہے
گیا نزنم ہے قلب گویا کا

مہر برزخ کے نور میں دیکھو
جلوہ ہے اسم میں مسمّا کا

پھر کہاں دل میں بوئے رنگ دوئی
کھل گیا جب خواص اشیا کا

شوق درم کی عجب کبڈی ہے
تنگ عرصہ ہے دشت پنہا کا

امتزاج حسن و عشق کا کیوں ہے
جذب ہے عاشقان شیدا کا

فرد محبوب کی ہے سیر کچھ اور
ڈھونڈھ لو آشیانہ عنقا کا

یہ وجود و شہود کا پردہ
برزخ ہے جلوہ معرا کا

کنز مخفی ہے اُس کو وہ سمجھے
جو کہ عامل ہو سیر اسماء کا

حسن نظارہ سوز اس گل کا
برق خرمن بنا تماشا کا

گنگ گویا ہوا ہے حیرت میں
ہو گیا راز فاش اخفا کا

سیر آفاق و انفس ہے طلسم
کس طرح حل ہو اس معمّا کا

بادہ لیے خمار پی ساقی
ذوق ہے تجھ کو جام صہبا کا

آج جلوہ ہوا ہے کس گل کا
سنتے ہیں شور نالۂ دل کا

شیفتہ ہیں جمال زیبا کے
عشق ہے حسن کے تجمل کا

چشم میگوں کے ہم ہیں متوالے
شوق ہے ہم کو ساغر مُل کا

جلوہ افزا ہے وہ بہار چمن
ہے تماشا ہجوم بلبل کا

زلف و کاکل کے دیکھنے والو
دیکھنا پیچ و تاب سنبل کا

ہے یہ شہد شہید کا تیرے
تو بھی لے لے ثواب ایک قُل کا

ہیں زمانہ میں بے نیاز وہی
جن کا شیوہ ہوا توکل کا

وہ یگانہ ہے لاشریک و احد
واسطہ کچھ نہیں توسل کا

گو یہ انسان ہے ایک جزو ضعیف
پر یہ باعث ہے مظہر کُل کا

آئے پیر مغاں کے حلقہ میں — مغبچے سن کے شور قلقل کا
اپنے اشعار فرد دلکش ہیں — رنگ ہے نقشبند آمل کا
تیرا ساقی ہوا ہے زمزمہ سنج — تو بھی سن لے ترانہ بلبل کا

آتم جھروکہ یعنی منظر بطون

تجھے نظر نہیں آئے گا ماہتاب حرم — بنا ہے وہم ترا باعث نقاب حرم !
طلسم راز حقیقت ہے یہ حجاب حرم — کہ پردہ پوش ہوا قصر لاجواب حرم
کیا ہے رنگ تعرف نے باریاب حرم — فتوح غیب ہوئی ہم کو فتحیاب حرم
سفر وطن میں ہے سالک چراغ پا کیوں ہے — وہ رہنمائے تجلی ہے آفتاب حرم
مجاور حرم قلب کیوں نہیں ہوتا — حضور قلب سے ہو خادم جناب حرم
کہاں عروج نظر ہو۔ نہیں جبین نیاز — جو خاک رہ ہوئے وہ ہیں کامیاب حرم
حریم خلوت دل کی خبر ہو کیا غافل — وقوف قلب نہیں تجھ کو محو خواب حرم
کہاں ہے ہم سفر شوق رابطہ تیرا — کہ روبرو ہو ترے جادۂ ثواب حرم
بھٹک رہا ہے یہاں گرد ان ہو غلط — تلاش میں ہے کہ ہر رہ ہے سبیل باب حرم
نقوش غیب عیاں کس طریق سے ہونگے — تری نگاہ تعین ہوئی حجاب حرم
پتہ لگے گا تجھے اسم سے مسمے کا — اگر ہے شوق تو ہو عامل نصاب حرم
ترے فریب نظر میں یہ نقش رنگا رنگ — ہوا ہے شیفتۂ پرتو سراب حرم
اگر ہو قلب میں روشن چراغ برزخ کا — بنائے نور بطون تجھ کو فیضیاب حرم
کہاں ہے واقف نیرنگ سیر معکوسی — ہوا ہے رو بقفا جادہ نطاب حرم
نہیں ہے محرم راز تجدد امثال — کہاں ہے قلب کی ہیئت میں انقلاب حرم
بنا ہے وحدت و کثرت میں کس لئے فارق — نہیں تصور تصدیق اجتناب حرم
وہ بحر وحدت صرفہ ہے موجزن اس میں — کیا ہے وہم دوئی نے تجھے حباب حرم
جو ہیں سعید ازل کیوں نہ ہوں سعید و رشید — ہوا ہے مد نظر احترام و داب حرم
بشر جو اہل نظر تھے ہوئے اخص الخاص — وہ خاص و عام سے ممتاز مستطاب حرم

یہ کیوں لطائف ستہ میں ہیں ظلال و عکوس
یہ کیوں ہیں ستر و تجلی رم کشا کش میں
یہ عکس شخص کا جلوہ ہیں انفس و آفاق
صلح کل کا ہے مشرب یہاں ہے یک رنگی
شہود رابطہ شیرازۂ وجود ہوا
سلوک جذب کے طالب ہیں سالک شطار
سلگ رہی ہے جگر میں وہ آتش خاموش
ہماری دلق مرقع بھی ہو سراپا نور
ترا شہید قلندر ہے لی مع اللہی
ظہور و غیب کا پردہ کرشمہ منظر تھا
ہوا ہے بلبل کشمیر جذب کا سالک
صفات ذات کا جلوہ تھا پردہ حائل!
نوید تازہ ملی وا در قبول ہوا
بنا دماغ ہمارا بھی طبلۂ عطار
ہوئی ہے راہ میں خلوت در انجمن پیدا
دکھائی حسن عقیدت نے ہم کو راہ نجات
ہمیں جو محو میں تھا صحو ہو گئے منظور
حضور دور میں اک قرب خاص ہوتا ہے
حریم قلب میں جلوہ ہے جانجاناں کا
کہیں سنا ہے دل شب میں نالہ نے کو
چمک دمک ہے کہاں اب وہ رنگ برنگی
کمال حسن کا ہے عشق ہے نثار جمال
بنے حریم حرم کے ہیں باب اثنا عشر
جدا نشیمن و کوشک ہیں اس کے اربع عشر
چہار گوشہ ہیں گلزار پر بہار یہاں

جو شغل پاس نفس میں ہے پا تراب حرم
کہاں وہ باز ہوئی چشمہ نیم خواب حرم
اگر ہے کیف نظر دیکھ اسے تراب حرم
خلاف ہو نہیں سکتے ہیں شیخ و شاب حرم
بنا ہے تر نظر نقش ذوالکتاب حرم
رواں رواں ہو یہی ہے رہ شتاب حرم
یہ دم بخود ہی رہیگا دل کباب حرم
جو ہاتھ آئے کبھی گوشۂ نقاب حرم
یہ کیوں ہے محو نظر خانماں خراب حرم
یہ حسن و عشق سے پیدا ہے انقلاب حرم
خراب حال ہے یہ سرخوش شراب حرم
نگاہ پردہ کشا کیوں ہے سد باب حرم
الٰہی اپنی دعا بھی ہو مستجاب حرم
مشام جان میں گئی بوئے مشک ناب حرم
یہ رہ نورد جو ہے شوق بیحساب حرم
نہیں عذاب کا خطرہ ملا ثواب حرم
ملا حضور سے ہم کو یہ انتساب حرم
کیا بطوں کے منظر نے باریاب حرم
ضیائے دیدۂ دل نور ماہتاب حرم
ہوئے ہیں خستہ جگر عاشقان باب حرم
شہید عشق کا خون بن گیا شہاب حرم
شہید قلب ہوا شاہد شباب حرم
دو چار خمسہ ہے وحدت کشادہ باب حرم
عجب مربع مثمن میں آب و تاب حرم
یہ ہے دو آبہ چمن کا وہ ہے چناب حرم

کیا حریم تجلی میں جشن جاناں نے
جو منتظر تھے ہوئے آج کامیاب حرم

چنا ہے رحمت رحمان نے خاکساروں کو
یہی جہاں ہیں ہوئے فرد وانتخاب حرم

سلوک و جذب میں ذوالنور سالک مجذوب
شہود غیب سے مہتاب و آفتاب حرم

جسے ہے مد نظر نسبت بطونیہ
بنگاہ حسن تصور سے جلوہ باب حرم

ملا مقام ابوالوقت فوق انساں کو
وہ غوث دہر ہے سالک ابوالجناب حرم

مراقبہ ہے تعرف میں اپنی صورت کا
وہی ہے آئینہ پر چہرہ کتاب حرم

دلیل راہ کا فیضان عطیہ رحمان
یہ خاکسار ہوا قابل خطاب حرم

یہی ہے اہل نظر منظر بطون مظہر
نگاہ شوق سے ہو تم بھی فیضیاب حرم

ہوئے ہیں رند سیہ مست ساقی میکش
حریم کعبہ میں ہم پیتے ہیں شراب حرم

ایک گوئی کہ ہمہ اوست نگوئی ہمہ من
ہمہ تن محو ازیں سوست نگوئی ہمہ من

ساقی سرمستم و محو جمال خویشتن
کیف رقصاں ہر نفس شراب خال خویشتن

وہ گل رعنا ہیں فغان عندلیب
نالۂ جانسوز میں ہے داستان عندلیب

دیکھ اے گلچین ظالم خانہ بربادی نہ کر
اس شجر کی شاخ پر ہے آشیان عندلیب

جلوۂ دیدار کی حسرت دم آخر بھی ہے
دم گھٹا جاتا ہے آئی لب پہ جان عندلیب

نالۂ بلبل کا شیدا ہو گیا وہ گلعذار
کیوں نہ ہو معجز نما رنگ فغان عندلیب

ذوق نغمہ بھی تو سن اے گل رخ شیریں ادا
کیا شگفتہ ہے گفتار شیریں زبان عندلیب

نغمہ سنجاں سخن ہیں شجر ہر باغ و بہار
دل کشا دلچسپ ہے طرز بیان عندلیب

ساقی حیرت نظر نقش قدم ملتا نہیں
کس طرف ہو کر گیا ہے کاروان عندلیب

قلقل مینائے مے کا شور میخانے میں تھا
جذبۂ پیر مغاں کا رنگ پیمانے میں تھا

جوش خمر من لدن کا رنگ خمخانے میں تھا
بادۂ جذب آفریں تاثیر پیمانے میں تھا

(باقی آئندہ)

اخبار قومی

کھڑگپور۔ پنڈت دتاکشن صاحب کچلو ولایت سے ۱۲ ماہ حال کو چلکر ۲۰ ماہ حال کو کھڑگپور پہنچگئے اور وہاں پنڈت تیج کشن صاحب کول کے ہاں چند روز قیام کر کے کلکتہ ہوتے ہوئے سری نگر تشریف لے جاوینگے۔

کلکتہ۔ رائے صاحب پنڈت شام کشن صاحب کول چیف آڈیٹر۔ بی۔ این۔ آر۔ کلکتہ سے کھڑگپور ہوتے ہوئے سرکاری کام پر کٹک تشریف لے جارہے ہیں۔

فیروزپور۔ پنڈت برج اندر کشن صاحب ڈالپوری خلف پنڈت بشمبر ناتھ صاحب ڈالپوری فیروزپور سے لاہور ملٹری اکونٹنٹس کے دفتر میں تبدیل ہوگئے ہیں۔

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ پنڈت سورج نرائن صاحب کول نے بتاریخ ۱۵ اگست ۱۹۲۴ء بوقت ساڑھے دس بجے شب اس دنیا ناپائدار سے رحلت فرمائی۔ پنڈت صاحب قریب اسی سال کی عمر کے تھے۔ تندرستی ہمیشہ اچھی رہی مگر ماہ مئی ۱۹۲۴ء سے بیمار ہوکر نہایت کمزور ہوگئے۔ آخری بیماری میں کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ پنڈت صاحب ہر دل عزیز و خدا پرست تھے۔ ہر وقت ان کا شغل عبادت میں رہتا تھا قبل از وقت رحلت دو گھنٹہ پنڈت صاحب مرحوم و مغفور نے اپنی لٹی ہوئی زبان سے بہت مشکل کے بعد بولا اور ہنومان چالیسا نہایت بلند آواز سے ختم کیا اور گیتا رامائن سنتے ہوئے رام رام کہتے ہوئے کوچ کیا۔ میت نہایت دھوم دھام سے اٹھائی گئی۔ تمام شہر والوں پر انکی موت کا بہت بڑا اثر پیدا ہوا۔ ایشور انکی روح کو شانتی نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔

سری نگر۔ پنڈت اندر کشن صاحب کول کے صاحبزادہ پنڈت شمبو ناتھ کول کے ہاں دختر نیک اختر تولد ہوئی۔

سری نگر۔ پنڈت دودھ لعل صاحب پنڈت سری رام صاحب تیمنی کی جگہ پر مہتمم خزانہ سری نگر

مقرر ہوئے ہیں۔

اودھمپور۔ پنڈت بلہ کاک صاحب اودھم پور کے وزیر وزارت مقرر ہوئے ہیں۔

کشمیری پنڈتس ایسوسی ایشن لاہور

ناظرین کو یاد ہوگا کہ سالانہ جلسہ ۱۹۲۳ء کے موقع پر پنڈت شوز نرائن صاحب ہاکچر (دہلی) نے ۲-انعامات مبلغ ایکسو پچیس روپیہ (مبلغ ۱۲۵ روپیہ) گتکے کے کھیل کے لئے عطا فرمائے تھے۔ جنکا اعلان ماہ جنوری و جولائی ۱۹۲۴ء کے پرچوں میں کیا جاچکا ہے۔ پنڈت صاحب موصوف اپنی شرائط کو واضح طور سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی تحریر ذیل میں ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ یہ انعام برادری کے ہر فرد و بشر کی خاص دلچسپی کا باعث ہوگا۔ نہ صرف اس لئے کہ یہ انعام روپیہ کی صورت میں ادا کیا جائیگا بلکہ اس لئے کہ اس میں اپنی برادری کی فلاح و بہبودی کا خیال مد نظر ہے۔

مفصلہ ذیل تحریر جسکا ذکر رسالہ بہار کشمیر بابت ماہ جنوری و جولائی ۱۹۲۴ء میں کیا جاچکا ہے۔ ناظرین کی یاد دہانی کے لئے درج کیا جاتا ہے۔

مبلغ ۱۲۵ روپیہ دو انعام کے لئے آپ کے پاس پہنچنے کے بعد جو اطلاع بہار کشمیر میں نکلی تھی وہ صاف نہیں تھی۔ جہاں تک مجھے یاد ہے (۷۵) روپیہ کی بابت تو اس میں صاف تھا۔ مگر ۲۵ کے انعام کی بابت صاف الفاظ نہیں تھے۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ اس کا اعلان ایک دفعہ اور بہار کشمیر میں نکلوادیں جس میں کل معاملہ صاف ہو اور کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ ۷۵ روپیہ کا انعام اس کشمیری پنڈت کو ملیگا۔ جو سالانہ جلسہ کشمیری پنڈت ایسوسی ایشن لاہور کے موقع پر ایک اچھی پٹہ گتکا تلوار نیوٹ وغیرہ سے یہ ثابت کردے۔ کہ اس نے اتنا سیکھ لیا ہے کہ اگر ضرورت پڑے۔ تو وہ اپنی ماتا بہنوں اور بیوی بچوں اور قوم کی حفاظت کرنے کا فخر حاصل کرسکتا ہے اور (۵۰) اس کشمیری پنڈتانی کو دیا جاویگا جو اپنی بہنوں ماتا بچوں اور خاوند کی حفاظت کرنے کے قابل ہوگئی ہے۔ یہ دونوں انعامات اگر ۱۹۲۴ء میں کوئی Candidate نہ ہونے کی وجہ سے نہ دیئے گئے تو ۳ سال تک برابر جاری رہینگے۔ رادھے لال کول سیکرٹری کشمیری پنڈتس ایسوسی ایشن لاہور۔

مسلمانان سرینگر کی دست درازیاں

سری نگر میں شاہ ہمدان کے نام سے مسلمانوں کی ایک بڑی مسجد ہے۔ اس کے پاس کشمیر میں ہندوؤں کی دیوی کالی کا استھان ہے۔ ۲۶۔ اگست کی صبح کو جب اس کالی کا پوجاری حسب معمول دیوی کے استھان پر گیا۔ تو اس نے استھان کو پاخانہ اور پیشاب سے گندہ کیا ہوا پایا۔ اس کے واویلا کرنے پر کچھ کشمیری ہندو جمع ہو گئے۔ لیکن انکے مقابلہ سینکڑوں مسلمان وہاں آن پہنچے۔ اور بجائے اس کے کہ کسی مسلمان کی اس پاجیانہ حرکت پر اظہار افسوس کرتے۔ اور ملزم کا سراغ لگانے میں ہندوؤں کی مدد کرتے۔ انہوں نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اس پر ہندوؤں نے پولیس میں رپورٹ کی۔ جس پر پنڈت کشن چند ڈپٹی انسپکٹر پولیس کچھ سپاہیوں کو لے کر موقعہ پر پہنچے۔ انہوں نے سینکڑوں مسلمانوں کو آمادہ فساد پایا۔ جب پولیس نے تحقیقات شروع کی تو وہ اور بگڑے اور انہوں نے پولیس پر بھی پتھر برسانے شروع کئے۔ اور اس پر پولیس وہاں سے چلی آئی۔ دوسری بار پولیس بہت سے سپاہی لے کر وہاں گئی۔ لیکن سوائے اس کے کہ وہ آنے جانے والوں کو خطرے سے آگاہ کرتی۔ اس نے کچھ نہ کیا۔ مسلمانوں نے کئی کشمیری ہندوؤں کو زدوکوب کیا

غزل از پنڈت کنور کشن صاحب کول (بنارس)

۱۔ مجھے حیرت ہے میں خود کیوں نہاں ہوں یوں عیاں ہو کر
جُدا اپنے سے ہوں کیوں آپ اپنے درمیاں ہو کر

۲۔ ستم ہے ہم نہ کہنے پائیں کچھ منہ میں زباں ہو کر
تمہیں جو جی میں آئے کہہ چلو رطب اللساں ہو کر

۳۔ تپش جو دل میں ہے کس سے کہوں وہ آگ بھڑکی ہے
مری آہیں نکل آئیں کلیجے سے دھواں ہو کر

۴۔ بچا تھا ایک دل لے دیکے اپنا مونس و ہمدم
چلا آنکھوں سے آخر آج وہ بھی خوں چکاں ہو کر

۵۔ ہے اس کی ہی قدمبوسی کا صدقہ یہ شرف ورنہ

زمیں کوئے جاناں سر اُٹھاتی آسمان ہوکر

۶- کچھ اپنی شومئی قسمت کا بھی وہ رعب غالب ہے
امیدیں بھاگتی ہیں میں گذرتا ہوں جہاں ہوکر

۷- ہمارے داغہائے دل کی وقعت آپ کیا جانیں
پس مردن یہ چمکے آسماں پر کہکشاں ہوکر

۸- بنائے کشت وخوں دیر وحرم اب تابکے یارب
بھلا اب تو صدا ناقوس سے نکلے اذاں ہوکر

۹- مجھے دھمکی ہے روز حشر بھی پنبہ دہن رہنا
کریں گے کیا جو بول اٹھا مرا ہر مو زباں ہوکر

۱۰- نہ سمجھے یہ دل صد حیلہ جو ہے دشمن ایمان
گئے کیوں محفل رنداں میں تم پیر مغاں ہوکر

۱۱- تعلق جسم اور جاں کا سا تھا جس رند سے تم سے
قضا کو سونپ کر اس کو چلے روح رواں ہوکر

کشمیری پنڈت ایجوکیشن فنڈ

پنڈت نرنجن ناتھ صاحب تقا یا عہدہ فنانشل سیکرٹری فنڈ ہذا سے مستعفی ہوگئے ہیں اور انکی بجائے فی الحال پنڈت کنور پرشاد صاحب وانچو کو اس عہدہ کا کام سپرد کیا گیا ہے آئندہ ترسیل زر آخر الذکر صاحب کے نام پر ہونی چاہئیے۔ انکا پتہ حسب ذیل ہے:۔ پنڈت کنور پرشاد وانچو۔ المنڈی بلکھی رام روڈ۔ مکان رائیصاحب لالہ دھنی رام ورما۔

۲- پنڈت منموہن ناتھ صاحب ورما آف میسرز موہن برادرز دہلی کا عطا کردہ دوسرا وظیفہ عنہ ماہوار کا جو ماہ مارچ کے رسالہ میں مشتہر کیا گیا تھا یکم اپریل ۱۹۲۴ء سے بمنظوری حضرات موصوف ایک سال کے لئے ایک طالب علم کو جو ڈسٹرکٹ کالج کلکتہ کی تھرڈ ائیر کلاس میں تعلیم پاتا ہے دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فنڈ کے سرمایہ کی آمدنی میں سے صہ ماہوار کا وظیفہ ایک سال کے لئے لاہور کے ایک ایسے طالب علم کو دیا گیا ہے جو

[illegible]

ہے کہ وہ قومی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے جلد اس فنڈ کو بڑھانے کی کوشش فرماویں گے۔ کمی سرمایہ کیوجہ سے کئی مستحق

ہم اور کشمیری زبان

"بیک سخنے محبت و بیک زبانے مروت پیدا می شود"

میں نے پنڈت کنور لال صاحب کاٹھجو کیلاش سرینگر کشمیر کا مضمون مندرجہ عنوان بالا رسالہ بہارِ کشمیر ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء میں پڑھا۔ اور اس کے متعلق جو پنڈت صاحب موصوف نے نفع اور نقصان ظاہر کئے ہیں۔ اس پر غور و فکر کیا۔ گو میری طبیعت عرصہ سے علیل ہے اور لکھنے پڑھنے کی قابلیت نہیں۔ لیکن بمصداق اس شعر کے

ہر چند چاہتا ہوں کہ بولوں نہ یار سے
قابو میں اپنے دل کو نہ پاؤں تو کیا کروں

پنڈت صاحب کا مضمون چونکہ قومی سوال ہے۔ اس لئے جو چند خیالات میرے دل میں آئے۔ وہ عرض کرتا ہوں تاکہ اس سوال کا دوسرا پہلو بھی اربابِ قوم کی خدمت میں پیش ہو جائے۔

"ہم اور کشمیری زبان" ہم سے مراد ظاہراً وہ اربابِ قوم ہیں جو آج کل پنجاب و ہندوستان میں مقیم ہیں۔ اور کشمیری زبان سے مراد وہ بولی ہے۔ جو ہمارے وطن مالوف میں بولی جاتی ہے یہ امر مسلمہ ہے کہ اظہارِ خیالات کے لئے پہلے ایک زبان بولی جاتی ہے۔ اور پھر معرضِ تحریر میں آتی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہمارے "وید" مقدس کا علم و باتین جی کے رچنے کے ہزارہا سال پہلے سینہ بسینہ رشیوں اور منیوں میں چلا آتا تھا۔ اور وہ زبان کہ جس میں یہ علم تھا سنسکرت کے نام سے ملقب ہے۔ اگرچہ آج کل یہ ایک مردہ زبان ہے۔ لیکن ولایت، جرمنی، فرانس امریکہ، چین، تبت اور دیگر دیار امصار میں ایک مقدر زبان شمار کی جاتی ہے۔ عرصہ سے یہ زبان سنسکرت زبان سے متبدل ہو کر پراکرت زبان میں داخل ہو گئی ہے۔ اور آج کل ہندی زبان میں منقلب ہو گئی ہے کسی زمانے میں سنسکرت ہماری مادری زبان تھی جس طرح ہندوستان میں سنسکرت زبان سے نکلکر پراکرت زبان بنی اور اب ہندی میں منقلب ہوئی ہے۔ اسی طرح سے ہماری زبان کشمیری زبان میں منقلب ہو گئی ہے۔ چونکہ ہر ایک مادری زبان ہوا کرتی ہے۔ اس لئے میری رائے ناقص میں اپنی قومی زبان میں بات چیت کرنے کی مہارت پیدا کرنا ہر ایک فردِ قوم کا اولین فرض ہے۔

ہمیں پنڈت صاحب موصوف کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ جنہوں نے اپنی قومی زبان کا مسئلہ اپنی قوم کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اور میرے خیال میں یہ پہلے پنڈت صاحب ہیں۔ جنہوں نے اپنی ماتری بھاشا کے فوائد اور نقائص پر غور و فکر کرنے کا موقعہ دیا ہے۔ اس طور پر دیگر قومی رسم و رواج کے متعلق سوالات پیدا ہو کر حل ہو سکیں گے۔ مثلاً قومی اور بین الاقوامی ازدواج کا معمہ حل ہو جائیگا۔ اور اسی طرح پیدائش "موتراشی" "جنیو" "تبنیت" "ہارٹ" "قومی تہوار و عدہ کے سنسکار و دستور کے متعلق جو قومی رائے قرار پاوے گی زمانہ جدید کے رفتار کے مطابق اس کا دستور العمل بن سکے گا۔

زبان کے متعلق ہماری قوم کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہماری اصلیت کیا ہے۔ اور اب ہم کیا ہیں۔ اس لئے کشمیری زبان کے متعلق مزید بحث کرنے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ میں رپورٹ مردم شماری کشمیر بابت سال سنہ ۱۹۲۱ء مرتبہ خان بہادر چودھری خوشی محمد صاحب ڈائرکٹر مردم شماری کشمیر کی معلومات اس بارے میں جو درج رپورٹ مذکور ہیں۔ ہدیۂ ناظرین رسالہ بہارکشمیر کیدوں۔

"کشمیری زبان گریرسن صاحب کی رائے کے مطابق "انڈو یورپین" زبان میں شامل کی گئی ہے۔ پہلے کشمیری زبان بطور شمال مغربی حلقہ کے ایک آریہ زبان سنسکرت کی شاخ شمار ہو چکی ہے اور اب ڈاکٹر گریرسن صاحب کی رائے کے مطابق غیر سنسکرت زبان موسومہ دردک Dardic یا دری میں داخل کی گئی ہے۔ یہ ترتیب مقامی اور عام رائے کے برخلاف ہے۔ کیونکہ کشمیری برہمنوں کی زبان ہے۔ جو سنسکرت سے نکلی ہے۔ لیکن میں گریرسن صاحب کی رائے کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ جو کہ زبانوں کے محقق ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ کشمیر میں برہمنوں سے پہلے کوئی قوم آباد ہوگی۔ جس کی اپنی زبان ہوگی۔ کشمیری زبان میں سنسکرت۔ فارسی اور پنجابی زبانیں مخلوط ہو گئی ہیں۔ لیکن صرف و نحو کے لحاظ سے یہ زبان دردک Dardic زبان سے نکلی ہوئی پائی جاتی ہے۔ اور سنسکرت کا بڑا اثر کشمیری زبان پر پڑا ہے۔ یہ کوئی استعجاب کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ اس زبان کا اثر شمالی گجرات اور بندیاچل پہاڑ تک پہنچا ہے۔ ۳۹ فی صدی باشندے کشمیری زبان بولتے ہیں۔ جموں کے علاقہ میں ۸ فی صدی کشمیری بولتے ہیں ۲/۳ حصہ باشندگان کا جو علاقہ جات کشتواڑ اور بھدرواہ میں بود و باش رکھتے ہیں۔ کشمیری بولتا ہے۔ ۹ فی صدی کے قریب مظفرآباد کے علاقہ میں اور ۴۰ فی صدی اودھم پور اور ریاسی

کے علاقہ جات میں کشمیری بولتے ہیں۔ کشمیری زبان بولنے والوں کی تعداد ریاست جموں و کشمیر میں مردم شماری ۱۹۲۱ء کے مطابق ۱۱۰۰۱۲۲ ہے۔ جس میں ۷۹۶۸۰۴ مسلمان کشمیری زبان ہوتے ہیں۔

راج ترنگنی سے ثابت ہوا ہے۔ کشمیر کی آبادی میں پہلے سارے برہمن نہیں تھے۔ نیلمت پران اور راج ترنگنی کے مطالعہ سے پایا جاتا ہے۔ کہ وادئے کشمیر جب کو ستی سر کہتے تھے۔ کشپ رشی نے خشک کر کے برہمنوں کو بلوا کر آباد کیا۔ گرمیوں میں یہ لوگ یہاں رہا کرتے تھے اور سردیوں میں یہاں سے چلے جاتے تھے۔ پشاچہ اور یکش یہاں کے اصلی باشندے تھے۔ جو گرمیوں میں تبت چلے جاتے تھے اور سردیوں میں یہاں آجاتے تھے۔ ان اصلی باشندوں کے خوف سے برہمن وادئے کشمیر کو چھوڑ کر سردیوں میں بھاگ جاتے تھے ناگوں کے سردار نیل ناگ کی تجویز کے مطابق جو مصنف نیلمت پران ہے۔ برہمن یہاں رہنے لگے۔ یہاں اب تک کھچڑا ماوس کا تہوار پوہ بدی ماوس (جنوری) کو منایا جاتا ہے۔ جب کھچڑی بنائی جاتی ہے۔ اور یکش کو چڑھائی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یکش پستہ قد لیکن بہت مضبوط ہوتے تھے۔ روایت ہے کہ وہ ایک ٹوپی پہنا کرتے تھے۔ اگر وہ ٹوپی چھین لی جاتی اور چکی کے پاٹ کے نیچے یا سوور کو نز (چاول کی پیچھ اکے برتن کے نیچے رکھی جاتی۔ تو یکش اُسے واپس نہیں لے جاسکتے تھے۔ وہ اس ٹوپی کی اس قدر قدر کرتے تھے کہ جس کسی کے پاس وہ ہو وہ اس کے بلا دامون غلام بن جاتے تھے۔ اور اس کی فرمانبرداری کرتے تھے۔ لیکن جب وہ کسی بچے کو بھسلا کر ٹوپی واپس لے لیتے تھے۔ تو بھاگ جاتے تھے

پرانے زمانے میں کشمیر مرکز علم تھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ چینی سیاح ہان چین سانگ ۶۳۱ء میں اور اوکونگ ۷۵۹ء کشمیر میں آن کر سنسکرت کے علم سے بہرہ اندوز ہوئے اُن کا بیان ہے۔ کہ کشمیری علم دوست اور باتہذیب ہیں۔ البیرونی جو محمود غزنوی کیساتھ ۱۰۲۱ء میں ہندوستان میں آیا۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ کشمیر ہندو سائنس کا مخزن ہے۔ یہاں دور دراز سے لوگ علم و ہنر سیکھنے کے لئے آتے تھے۔ بعض یہیں رہ جاتے تھے۔ محمود غزنوی کے حملوں کے زمانے میں بہت لوگ کشمیر میں بھاگ کر چلے آئے۔ اور یہیں بود و باش اختیار کر لی۔ کشمیری برہمن قدیم سے اصلی باشندوں سے علیحدہ فرقہ تھے۔ ہندو راجاؤں کے یہ لوگ وزیر ہوا کرتے تھے اسلام نے ۱۳۳۹ء میں اپنا قدم کشمیر میں جمایا

جب کہ تمام برہمن مسلمان کر لئے گئے اور صرف ۱۱ گھر رہ گئے۔

سلطان زین العابدین کے زمانے میں جو ۱۴۲۰ء اور ۱۴۷۰ء کے درمیان گزرا ہے۔ برہمن دکن اور دیگر حصص سے یہاں آئے۔ کول کا خاندان متصلا پور (در بھنگہ) سے آیا۔ مہیشر ناتھ کول پہلا شخص تھا جو یہاں آنکر آباد ہوا۔ ور خاندان کا مورث اعلےٰ مرزا پنڈت اپنیچ پور سے آیا۔ نووارد بان ماسی کہلائے اور یہاں کے رہنے والے مل ماسی۔ بان ماسی شمسی اور مل ماسی قمری کلنڈر کو مانتے ہیں۔ اس سے شادی بیاہ یا دیگر رسومات میں فرق نہیں پڑتا۔

شاہ زین العابدین کے زمانے میں برہمنوں نے فارسی پڑھنی شروع کی۔ اور کارکن کہلائے۔ کارکنوں نے اپنے داماد وں کو اپنا پروہت بنایا۔ اور ان کو باچ بٹ کا لقب ملا۔

کشمیری برہمنوں کی اصلیت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ آریہ آبادی وسط ایشیا سے آئی ہے (دیکھو راج ترنگنی کا پہلا حصہ صفحہ ۳۴۱) اُنکے خط و خال اور خوش رنگی انکو آریہ نسل سے ظاہر کرتی ہے وہ ۱۳۳ گوتروں میں منقسم ہیں۔ پہلے چھ ہی گوتر تھے وتاتری بھاردواج - گوتم - مدگل - اٹب منی اور دھوم آپس میں شادی بیاہ کرنے کے سبب سے ۱۳۳ گوتر بن گئے۔ بعض کے نزدیک صرف تین ذاتیں تھیں۔ بھٹ۔ پنڈت اور رازدان۔ جن کے کول سوپوری اور دینہ تعلق رکھتے ہیں۔ ان تین خاندانوں سے شادی کا تعلق پیدا ہونے اور مختلف پیشہ اختیار کرنے پر اور گوتر بن گئے۔

اس بات کی کم شہادت ملتی ہے کہ یونان یا ایران کے لوگ یہاں آکر برہمن بن گئے۔ غالبًا سکندر اعظم کے زمانے میں بعض کشمیری آریہ پرچارک یا اپدیشک کی حیثیت میں یونان گئے اور وہیں بسنے لگے۔ جیسا کہ پوکاک صاحب کے بیان سے ظاہر ہے۔ پیرو دلل صاحب کا بیان ہے کہ کشمیری دیگر ممالک میں جاکر آریہ مذہب کی تعلیم اور تلقین کیا کرتے تھے۔ چنانچہ شام بھٹ لاسہ (تبت) گیا۔ اور وہاں اس نے سنسکرت زبان اور علم کا پرچار کیا۔ چنانچہ اس وقت تک تبت میں شمبوٹا کے نام سے اس کی مورتی پوجی جاتی ہے مہار اشٹر کے مطابق کشمیری ساحل مالابار پر شاید مسلمانوں کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے بھاگ گئے۔ اس وقت کشمیری پنڈتوں کی آبادی کلمہ ۵۵۰۵۵ ہے۔"

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ کشمیری پنڈت سارسُت برہمن ہیں۔ اور کشمیر میں رہنے سے کشمیری بن گئے۔ اور بعد میں مسلمانوں کے زمانے سے پنڈت کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ پرانے زمانے میں یہاں کے پنڈت ہندوستان کے میدانی شہروں میں یا تو کسی مہاراجہ کے بُلوانے پر یا خود بخود دھرم کے پرچار کے لئے دوسرے ملکوں میں جایا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ کیپٹ اور ممٹ دو پنڈت نہایت عالم تھے۔ جو زمانہ قدیم میں بنارس۔ پٹنہ وغیرہ گئے۔ تقریباً ہر زمانہ میں کشمیر سے بہت خاندان بوجہ ملازمت یا قحط سالی یا کسی اور وجہ سے ہندوستان جاکر آباد ہوئے چونکہ کشمیر کا راستہ پہاڑی اور دشوار گذار تھا۔ اور خوف و خطر سے معرا نہ تھا۔ اس واسطے پرانے زمانے میں بلا خاص ضرورت کے کشمیر کی آمد و رفت نہ کر سکتے تھے اب ریلوں اور سڑکوں کے بنجانے سے اور مقامی کشمیریوں کیساتھ شادی بیاہ کے تعلق اور انکے ارتقا کی وجہ سے جو رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ وہ اس امر کا مقتضی ہے۔ کہ ہم لوگ کشمیری زبان کو قومی زبان سمجھ کر اس کا رواج دیں۔ اور اس میں یدطولےٰ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

مَیں اس بات کے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ کہ ہماری قوم میں قومی زبان کا احساس نہیں ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ہم میں سے بعض کو کشمیری زبان استعمال کرنے کا کبھی موقعہ نہیں ملتا۔ اور زیادہ تعداد کشمیری پنڈتوں کی ایسی ہے۔ جیسے کشمیر دیکھنے کا نہ کبھی اتفاق ہوا ہے۔ نہ شاید کبھی ہوگا۔ مگر ان حالات میں پنڈت کنور لال صاحب کاٹھجو کا یہ فرمانا کہ کشمیری زبان سیکھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ ہر ایک قوم کے لئے یہ لازمی ہے۔ کہ وہ اپنی مادری یا قومی زبان پڑھے اور لکھے۔ جیسا کہ بنگالی۔ پارسی۔ انگریز۔ فرانسیسی۔ چینی جاپانی وغیرہ اپنی اپنی زبانوں کا رواج خواہ وہ کسی ملک میں رہتے ہوں قائم رکھتے ہیں۔ دوسرا اعتراض پنڈت صاحب کا یہ ہے کہ کشمیری زبان ایک علمی زبان نہیں ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ آنو اور وبب صاحب اپنی ایک صرف و نحو کی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ کسی زبان کی اہمیت اس کے ویاکرن (گرامر) سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اور چونکہ کشمیری زبان میں متعدد کتابیں کشمیری یا دیگر قوم کی تحریر

لہ پنڈت سالگ رام صاحب کول نے کشمیری زبان کی گرامر تیار کی ہے۔ جو ان سے حاصل ہو سکتی ہے۔ پادری نودل صاحب نے بھی کشمیری گرامر اور کشمیری کہانیاں (فاک لور) انگریزی میں ترجمہ کی ہیں۔ پنڈت ہرگوپال صاحب کول کی کشمیری ڈکشنری قابل یادگار ہے للہ واکھ بھی کتاب کی شکل میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸ پر ملاحظہ ہو)

کی ہوئی موجود ہیں۔ اس لئے اس بات سے انکار کرنا یہ ایک علمی زبان نہیں ہے۔ قابل تسلیم نہیں ہے۔ زبانیں ہمیشہ مرکب ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ انگریزی زبان یونانی۔ لاطینی۔ فرانسیسی زبانوں سے مرکب ہے۔ اس کی لغات میں ۱۴۰۰۰۰ الفاظ آچکے ہیں۔ اور ایک نئی ڈکشنری تیار ہو رہی ہے۔ جس میں کہا جاتا ہے کہ چار لاکھ زیادہ الفاظ جمع کئے گئے ہیں۔ اور وہ الفاظ مختلف دیار امصار مثل جرمنی۔ روس۔ ہندوستان وغیرہ کی زبانوں اور علوم سے لئے گئے ہیں۔ اس واسطے کشمیری زبان جس میں سنسکرت۔ فارسی۔ پنجابی۔ عربی۔ انگریزی وغیرہ سے الفاظ لئے گئے ہیں۔ اس کا بولنا یا لکھنا عیب میں داخل نہیں ہے۔

میں اس بات کو مانتا تھا۔ کہ ہندوستان میں ہندی اور اردو کا رواج زیادہ ہو رہا ہے۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ اردو زبان سے پہلے لشکری زبان تھی۔ نہ اس میں علم تھا اور نہ کوئی مفصل کی کتابیں تھیں۔ اب اس کی ۵۰۰۰۰ ہزار الفاظ کی ڈکشنری سید احمد صاحب دہلوی نے تیار کر دی ہے اور یونیورسٹی پنجاب کے اعلےٰ امتحانوں میں اردو اور ہندی اور نیز پنجابی زبانیں داخل ہو چکی ہیں۔ کشمیر میں بھی مدرسوں اور کالجوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کو اردو اور ہندی سکھلائی جاتی ہے۔ اور امتحانات پنجاب یونیورسٹی کے نصاب کے مطابق دلوائے جاتے ہیں لیکن

(صفحہ ۱۷ کا بقیہ نوٹ)

شائع ہو گئے ہیں۔ یہ کام گریرسن صاحب نے مہا میوپادھیا مکند رام شاستری صاحب کی امداد سے سرانجام دیا ہے۔ رامائن۔ مہابھارت۔ یوگ واشِشٹھ۔ یوسف زلیخا۔ لیلیٰ مجنوں وغیرہ کے قصائص کشمیری زبان میں موجود ہیں۔ اور حال ہی میں کرشن لیلا بھی تیار ہو گئی ہے۔ پنڈت لِشن نرائن صاحب دہلوی کی مرتبہ کشمیری زبان کی کتابیں اور پنڈت سری کنٹھ توشخانی ایم اے کی تیار کردہ پرائمر اور شریمان پنڈت نِتیا نند صاحب شاستری کی تیار کردہ پرائمر بہت سستے داموں پر ملتی ہیں۔ کشمیری گیتوں کی کتابیں جو منگلا چار کے نام سے طبع ہوئی ہیں۔ اور جو شادی بیاہ مرنے جینے کے موقعہ پر پڑھی جاتی ہیں۔ پہلے ہی موجود ہیں۔ کشمیری پنڈتوں کے رسم و رواج کا دستور العمل پنڈت لیدھر صاحب جنشی کی عنایت سے طبع ہو چکا ہے۔ پس یہ کہنا کہ زبان کشمیری ایک علمی زبان نہیں۔ ایک خلاف واقعہ امر ہے۔ کشمیر کے مشہور و معروف ڈاکٹر نو صاحب نے بھی کئی ہم کتابیں کشمیری زبان میں تصنیف اور تالیف فرمائی ہیں۔ جو بڑی معتبر اور مقتدر سمجھی جاتی ہیں۔

بعض محبان وطن کا یہ خیال ہے۔ کہ کشمیری زبان کی پرائمری شارداحروف تہجی میں لکھی جاویں تاکہ قومی علم ان میں قائم رہے۔ اور اپنے مذہب کے خیالات مستحکم رہیں۔

اسی زبان سے کشمیری پنڈتان مقیم ہندوکشمیر میں رابطۂ اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر ہم کوشش کریں۔ تو کشمیری زبان بہت جلد ایک اعلےٰ ادبی زبان کا رتبہ حاصل کر سکتی ہے۔ ہم تو اس روز سعید کے منتظر ہیں۔ جبکہ کشمیری یونیورسٹی قائم ہوگی۔ اور اس میں کشمیری زبان کا درجہ وہی قرار پائے گا جو انگریزی زبان کا اس وقت ولائیت میں ہے۔ کشمیری پنڈتوں نے غیر زبانوں میں اپنی قابلیت ظاہر کی۔ لیکن ہماری خداداد ذہانت کا دنیا کو پورے طور پر تب ہی اندازہ ہو سکتا ہے۔ جب کہ ہم اپنی مادری زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ کیا یہ مضحکہ انگیز نہیں۔ کہ ہم غیر زبانوں کے پیچھے دوڑیں۔ جن میں ہم کبھی مستقل نام نہیں پیدا کر سکتے اور اپنی مادری زبان کو ترک کریں۔ جس میں ہم ادبی شہرت حاصل کر سکتے ہیں۔

پنجاب اور ہندوستان میں ہمارے قومی اصحاب کی تعداد چار پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہے پنجاب میں عموماً کشمیری پنڈتان کشمیری زبان سے واقفیت رکھتے ہیں اور دہلی اور لکھنؤ وغیرہ مقامات میں پرانے خاندان ایسے ہیں۔ جنکے ہاں پرانی کشمیری زبان جس میں سنسکرت کے الفاظ زیادہ نہیں بولے جاتے ہیں۔ صرف معدودے چند ایسے نوجوانان قوم میں جو کشمیری بولی کی مہارت نہیں رکھتے۔ اور وہ بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ انکے کان اس زبان سے ناآشنا نہیں ہیں۔ مشق۔ کوشش اور رجحان طبع سے باآسانی اس زبان پر عبور حاصل ہو سکتا ہے۔ اس حالت میں قومی زبان کا اپنی قوم میں محفوظ رکھنا بہت ہی پسندیدہ امر ہے

(اندر کشن کول)

دہرم اور اس کی ماہیّت

دہرم کے اصلی معنے فرائض انسانی کے ہیں جسکو بزبان انگریزی ڈیوٹی Duty کہتے ہیں۔ انسانی فرائض کی تشریح بہت طول طویل ہے۔ منجملہ کثیر التعداد ذمہ واری کے انسان کا سب سے مقدم فرض وہ ہے جو ہم کو اپنے خالق سے وابستہ کرتا ہے اور وہ عبادت الٰہی ہے۔ منجملہ ضروری فرائض انسانی کے جنکا واسطہ بنی نوع انسان سے پڑتا ہے۔ بعض حسب ذیل ہیں۔ راستبازی و سچائی۔ نیکی و ایمانداری۔ بھلائی۔ وعدہ وفائی۔ رحم و مساکین پروری و باہم ہمدردی۔ عدل و انصاف۔ خوش اخلاقی و مروت۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر دہرم کو اکثر آج کل "مذہب" کے معنوں میں لیا جاتا ہے۔ جو سراسر غلطی ہے۔ مذاہب دنیا میں سینکڑوں ہیں جس کے اصول ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اور جنکو سوسائٹی نے وقتاً فوقتاً بوجہ باہمی تفرقہ و انانیت کے قائم کیا ہے۔ اگر دہرم کے نیک اصول کبھی نہیں بدلتے آج اگر چند اصحاب بالاتفاق چند اصول قائم کریں۔ جنپر عمل کرنا وہ اپنا دہرم یا فرض قرار دیں۔ اور جو اشخاص انپر عمل نہ کریں۔ اُن سے قطع تعلق کریں۔ تو گویا اس فرقہ نے اپنا ایک علیحدہ مذہب قائم کیا۔ گو اس کے اصول دہرم کے اصولوں کے خلاف ہی ہوں۔ مثلاً سانپ یا موذی جانوروں کا مار ڈالنا۔ جانوروں کو اپنے کھانے کے لئے ذبح یا حلال کرنا ایک مذہب میں ثواب سمجھا جاتا ہے۔ مگر دوسرے مذہب میں وہ گناہ کبیرہ خیال کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک شخص اپنے مذہب میں تو کٹر ہو۔ مگر دہرم میں کچا ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو شخص دنیادار ہوگا۔ وہ دہرماتما بھی ہوگا۔ پس یہ خیالات جنکا اظہار اب کیا جاتا ہے۔ متعلق دہرم کے ہیں نہ کہ مذہب کے۔ چونکہ عبادت اور حصول علم الٰہی سب سے مقدم فرض اعلےٰ دہرم انسانی ہے خواہ وہ کسی مذہب کا انسان ہو۔ اور اسی سے گیان حاصل ہو کر تمام عیوب اور ناقص خیالات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور طبیعت نیکی کی طرف رجوع لاتی ہے۔ لہذا صرف اسی کے متعلق کچھ عرض کیا جاویگا۔ اور بخوف طوالت دیگر اصول ہائے دہرم کی تشریح نظر انداز کی جاتی ہے۔ پرماتما حقیقی دہرم کی بنیاد ہے۔ اس کی پاک مرضی کے مطابق عمل کرنا یعنی راضی برضا ہشا کر بہ قضا رہنا ہی اعلےٰ دہرم انسانی ہے۔ پرمیشر اصلی چشمہ دہرم کا

ہے۔ وہ منبع اوصاف حمیدہ ہے۔ جو لوگ اس کے پریم اور بھگتی کی تعلیم دوسروں کو دیتے ہیں۔ اور بنی نوع انسان کی زندگی کی تاریک اور دشوار گھاٹی کو گیان کے علم سے منور کرتے ہیں۔ وہ حقیقی دہرم جیون حاصل کرتے ہیں۔ پروردگار کا کوئی خاص مذہب نہیں ہے اس لئے وہ سب مذہب کے لئے یکساں مہربان ہے۔ وہ دہرم مجسم اور جامع اوصاف حسنہ ہے اور جملہ عیوب سے مبرا ہے۔ اس کے ساتھ تعلق بڑھانا گویا نیک نہاد اور دہرماتما بننا ہے اور ہر قسم کی بداعمالی سے بچنا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جن اوصاف کے اشخاص سے ہم زیادہ تعلق پیدا کرتے ہیں اور زیادہ میل جول رکھتے ہیں۔ انہی کے اوصاف ہم کم و بیش حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ صحبت اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتی۔ پس پرماتما کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے گویا ہم اپنی زندگی کے کٹھن راستہ کو آسان اور روشن کرتے ہیں۔ اور ہم اس خالق کون و مکان کا سہارا لے کر اپنی منزل مقصود پر کامیابی کے ساتھ پہنچنے کی امید رکھتے ہیں۔ ہم کو بخوبی ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ بندگی کے فرض عظیم سے غافل ہونا۔ نہ صرف قادر مطلق کے احسان فراموش ہونے کا مجرم بنتا ہے۔ بلکہ اپنی قدر آپ کھوتا ہے کیا کوئی شخص ایسے فقیر کو دھکا دیکر اپنے دروازہ سے باہر نہیں نکال دے گا۔ جو بھیک بھی مانگتا ہے اور اکڑتا بھی ہے۔ جو گداگری بھی کرتا ہے۔ مگر ناشکر گذاری سے۔ جو دست سوال بھی دراز کرتا ہے مگر اکڑپن سے۔ کیا ایسے شخص کی کوئی قدر کریگا جو ایسے کام نہیں کرتا جن سے خود اس کی قدر ہو۔ جو سخت مذموم کام کرتا ہے۔ مگر کبھی پشیمان نہیں ہوتا۔ جو کمال سرکشی کرتا ہے۔ مگر ذرا نہیں ڈرتا۔ جو پرلے درجہ کی بےحیائی کا مجرم ہے۔ مگر کچھ شرم نہیں کرتا وہ ایسے ایسے کام کرتا ہے جو دہرم کے اصولوں کے بالکل خلاف ہیں۔ اس کا جواب ہر ایک شخص خود سمجھ سکتا ہے کہ کیا ہے۔ اگر دین و دنیا میں کچھ معاوضہ ملتا ہے تو عبادت الٰہی سے۔ اور اگر عقبیٰ کی منفعت حاصل ہے تو اصول ہائے دہرم کی پیروی سے۔ اگر بیرونی جد و جہد سے اور دنیاوی تعلقات بڑھانے سے اپنے ہم چشموں میں عزت ملتی ہے۔ تو اندرونی محنت اور عبادت الٰہی سے خدا کے حضور میں قدر ہوتی ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی سرفرازی اور فضیلت نہیں ہو سکتی۔ شعر

سرفرازی بدرگاہ الٰہی اس نے پائی ہے
بخاک عجز رکھا جس نے سر گردن جھکائی ہے

اگر خالق کی یاد میں کچھ وقت صرف کیا جاوے تو ہماری عین سعادت مندی ہے
ہم اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں۔ یہ محنت رائگاں نہیں جاسکتی۔ بقول کیہ

تلسی بجھنا بھلا کیا لگت ہے دام
منہکہ مجوری دیت ہن کیا راکھن کے دام

مگر انسان ایسا ناعاقبت اندیش ہے کہ دست بدست مزدوری چاہتا ہے۔ اور اُدھار پر بیوپار کرنا پسند نہیں کرتا۔ مگر نہیں جانتا کہ اصل رقم سود در سود سے کہاں تک بڑھ جاتی ہے عبادت کی عادت کرنے کے لئے علمیت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ بعض اوقات عالموں کے لئے جو دل کے کھرے صاف باطن ہوتے ہیں۔ یہ کام زیادہ آسان ہوتا ہے ع

اے شیخ مسافر رہ حق سے طلبی   تا چند نشستۂ بدر ہن عربی
دیوانۂ تا بہ کنگر عرش رسید   از راہ کمند نالۂ نیم شبی

شناخت الوہیت خدا سے بندہ کو کیا غرض اور اس کی قدرت کاملہ میں دخل دینے سے کیا کام۔ ایک خدمت گار کو اپنے آقائے نامدار کے مصاحبت سے کیا واسطہ بندگی میں صرف خلوص عقیدت اور سچی انکساری کی ضرورت ہے۔ خالق کی حقیقت جاننے یا پتہ لگانے کی مطلق ضرورت نہیں۔

ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایسے لوگ بہت کم نہیں۔ جو اپنے اس فرض عظیم کا خیال رکھتے ہیں انکو دنیاوی دھندوں میں وابستگی کی وجہ سے شاید کبھی یہ خیال تک نہیں آتا ہوگا۔ کہ ہمارا کوئی خالق بھی ہے جس نے ہم کو جامۂ انسانی پہنایا۔ وہ دنیاوی عیش و عشرت میں اس قدر محو ہو جاتے ہیں۔ کہ کوئی دوسرا نظر بھی نہیں آتا۔ وہ شاید بھول جاتے ہیں کہ آخر کار انکو ایک نہ ایک دن یک بینی و دو گوش اس حاکم حقیقی کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ جس کے متعلق انھوں نے اپنی اہم ذمہ واریوں کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ اور جس کے بیشمار احسانات کے شکریہ میں کبھی انکی زبان نے حرکت نہیں کی۔ اور جس کے سجدہ میں کبھی انکی کمر و گردن نہیں جھکی۔ وہ خالی ہاتھ وہاں جا کر کیا منہ دکھائیں گے۔ اس وقت وہ نہایت شرمندہ ہوں گے۔ کمال نادم ہونگے۔ اور ڈوب مرنے کے لئے کوئی جگہ تلاش کریں گے۔ یا خجلت سے پانی پانی ہو جائیں گے۔ مگر اس وقت کچھ بن نہیں پڑے گی۔ اگر بندہ ہو کر بندگی سے عار رکھے تو اسپر حیف ہے۔ اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کچھ نیکی اور مروت کرتا ہے۔ تو وہ تمام عمر

اس کے احسان کو فراموش نہیں کرتا۔ مگر کیسا ستم اور اندھیر ہے۔ کہ ایک بندۂ ناچیز ہو کر اس پروردگار جل شانہ کے لاتعداد احسانات اور عنایات بے نہائیت کو بالکل بھلا دے۔ جس نے اس کو جامۂ ہستی بخشا ہے اور پردۂ عدم سے ظہور میں لا کر انواع و اقسام کی نعمت ہائے عجیبہ و غریبہ سے مالامال کر دیا۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی احسان ہو سکتا ہے۔ کیا اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا مہربان ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بندہ اگر سوائے شکر گزاری کے ایک تنکا بھی توڑے تو اسپر حرام ہے۔

عزیزو کونسی ہستی پہ ہو نازاں　　یہ ہے مرجانے والا بندہ ناداں
یہ تھا کیا چیز اسی ہستی سے پہلے　　کہا کرتا تھا اس کو کوئی انساں
نہ کان اس کے کھلے تھے اور نہ آنکھیں　　نہ گویا تھی زباں گوہر افشاں
نہ کچھ پہچان اس ناداں کو تھی　　نہ تھا کچھ جانتا یہ بندہ انجان
خدا نے اس کو اب انسان بنایا　　کیا موجود سب ہستی کا سامان
بنا کر اس کو اک مٹی کا پتلا　　تن بے جان میں اس کے ڈالدی جان
کرے بندہ بغیر از بندگی کار　　ہے کب اس کو بھلا یہ بات شایان
بھروسا کیا ہے اس کی زندگی کا　　کہ ہے دو روز کا دنیا میں مہمان

جس طرح اولاد کا دھرم ہے۔ کہ وہ اپنے مجازی والدین کی خدمت گذاری کرے اور انکی تابعداری اور رضاجوئی عین راحت تصور کرے۔ اسی طرح انسان کا فرض ہے۔ کہ اپنی تمام زندگی اس پروردگار حقیقی کی بندگی میں بسر کرے۔ کہ جس کے دربار میں اس نے اس سفر دنیا کے خاتمہ پر حاضر ہونا ہے۔ حیف ہے انپر کہ جن کو دنیاوی جاہ و حشمت کی چاہ ہے۔ اور چند روزہ عیش و عشرت کی جھنجھٹ نے اس فرضی علم سے غافل کر دیا ہے۔ کیا وہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ کہ انکے لئے ہمیشہ موسم بہار ہی رہے گا۔ اور انکے چمنستان نشاط میں کبھی خزاں صورت ہی نہیں دکھائے گی۔ کیا انہوں نے اپنی حیات دائمی کا پٹہ لکھوا لیا ہے۔ کیا وہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ دنیا ہی انکا اصلی وطن مالوف اور جائے قیام ہے اور ان دنیاوی نعمتوں میں بھی دائمی سکھ اور آنند بھرا ہوا ہے۔ اگر انکی آنکھوں پر ایسا ہی تاریک پردہ چھا گیا ہے۔ کہ انکو راہ راست نظر نہیں آتا۔ تو اے خداوند عالم انکو اسی خواب غفلت سے بیدار کر اور اس گمراہی کے گرداب سے نکال۔ کیونکہ تو رحیم ہے۔ کریم ہے۔

یہ عیش و نشاط زندگانی کب تک عشرت بھی سہی تو جوانی کب تک
اور یہ بھی سہی تو قیام دولت ہے محال دولت ہی سہی تو زندگانی کب تک

انسان کی زندگی صرف اسی صورت میں مایہ کامرانی و شادمانی ہے کہ اس ایشور کی بندگی میں بسر ہو۔ ورنہ محض خواب پریشان ہے۔ بقول لیکہ

گر نہ باشد زندگی در بندگی
مردنت بہتر ازیں بہ زندگی

ایک عقیدت مند ملازم جب اپنے آقا کے سامنے جاتا ہے تو ادب بندگی بجا لانا کبھی فراموش نہیں کرتا۔ حیف ہے کہ ایک بندہ عاجز ہو کر اس حقیقی آقا کی بندگی کو بھول جاوے۔ جو سب کا افسر اور پیدا کرنے والا ہے اور جس کے حضور میں بڑے بڑے شہنشاہ بھی سجدہ کرتے ہیں۔ ایک نوکر جب اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر گھر آتا ہے تو اپنے آپ کو بفکر آزاد اور نہایت اطمینان کی حالت میں پاتا ہے۔ لیکن جب کسی خاص وجہ سے وہ اپنے کسی فرض کی ادائیگی میں قاصر رہ جاتا ہے تو سخت متفکر ہوتا ہے اور ڈرتا ہے کہ مبادا لینے کے دینے پڑیں۔ تو پھر غضب ہے کہ بندہ عبادت کے فرض میں قاصر رہ کر بے فکر رہے۔ لیکن ایسے لوگ بہت ہیں جو اس فرض سے غافل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بحالت ملازمت دنیاوی قصور وار ہونے سے تو فوراً سزا ملجاتی ہے۔ مگر بحالت عدم ادائے عبادت الٰہی کسی نقصان کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ اپنی ذمہ واری میں غفلت کرنے سے نہیں ڈرتے قربان جائیے ایسے آقا پر اور ہزار جان سے فدا ہوجیئے۔ ایسے مالک پر جو کہ اس حد تک چشم پوشی کرتا ہے۔ اور جب کہ ذرا بھی ندامت اور پشیمانی ظاہر کی جاوے تو معاف کر دیتا ہے۔ بندہ ناسپاس کو اپنی نالائقی اور کم ظرفی پر آٹھ آٹھ آنسو بہانا واجب ہے اور اس خداوند پاک کی بے نظیر عالی حوصلگی اور شفقت بیکران کا حمد خواں ہونا چاہیئے۔ کہ جسکا نام ہی جان بخش ہے۔ عبادت نہ کئے بغیر اگر خضر کی عمر بھی ہو تو کس کام کی ؏

یکدم در یاد ملک ذوالجلال خوش بود از عمر صد و بست سال

جو دم کہ یاد الٰہی سے معمور ہے وہ مایۂ سرور ہے۔ وہ بندہ کیا جو اپنے بخشندہ کا شرمندہ نہیں۔ اور اپنے فسق و فجور سے اس کے حضور پُر نور میں ترسندہ نہیں۔ اب وقت ہے اُٹھئے اور دھرم کے کام میں شرم نہ کیجئے۔ کمر ہمت چست کیجئے۔ راہ عبادت میں قدم

سست نہ کیجئے اور اپنی عاقبت درست کیجئے۔ ذرا وزن کیجئے اپنی ذمہ واری ہائے کو کہ وہ کس قدر بھاری ہیں۔ کہ ذرا نظر ڈال کر دیکھئے اپنے گریبان میں کہ آپ کہاں تک دھرم کے پیرو ہیں۔ کاش کہ ہماری ندامت کے آنسو ہمارے قصوروں کو دھو دیں اور پشیمانی کی آہیں ہماری خطاؤں کو معاف کرا دیں۔ کیونکہ ہم نے اپنے فرض کی ادائے گی سے سبکدوشی حاصل نہیں کی۔ اگر ہم اپنی گردن پر قرضہ کا بوجھ لے کر آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے تو ہماری زندگی فضول۔ ہمارا جینا لاحاصل۔ ع

آنکھ مت حق کی عبادت سے چرانا روز روز
بندگی میں تازہ مت لانا بہانہ روز روز

مجھ کو وہ روزی رسان دیتا ہے کھانا روز روز
تیرا پہنچاتا ہے تجھ کو آب و دانہ روز روز

مانگتے غیروں کے گھر ہرگز نہ جانا روز روز
روز روز اپنا کمانا اور کھانا روز روز

روز روز اپنے گناہوں کا سمجھ لینا حساب
اس پہ رونا روز روز آنسو بہانا روز روز

روز روز اس خالق اکبر کی کرنا بندگی
سجدۂ تسلیم میں گردن جھکانا روز روز

بس یہی ہماری زندگی کا مدعا ہے اور یہی ہمارا دھرم ہے۔ اور بس

(گوپی کشن ولی)

پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنوی

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کیلئے

نسیم تخلص۔ پنڈت دیا شنکر نام۔ پنڈت گنگا پرشاد کول کے بیٹے تھے لکھنؤ آپ کا وطن تھا۔ طبیعت شروع ہی سے شاعری کی طرف راغب تھی۔ اور چونکہ اردو۔ فارسی کی تعلیم بچپن ہی سے پائی تھی۔ اس لئے شعر کہنا شروع کیا۔ اور ۱۸ برس کی عمر میں خاصے اچھے شعر کہنے لگ گئے۔ خواجہ حیدر علی آتش کے کلام کا اُن دنوں چرچا تھا اس لئے انکی شاگردی اختیار کی۔ اگرچہ شروع میں غزل لکھتے تھے۔ لیکن اس سے دل اُٹھ گیا اور مثنوی لکھنے کا شوق ہوا۔ لو جیسا خود کہتے ہیں ؎

افسانہ گل بکاؤلی کا
افسوں ہو بہار عاشقی کا

وہ شرح ہے دادِ نظم دوں میں — اس مے کو دو آتشہ کروں میں

گل بکاؤلی کا قصہ نظم کیا اور گلزار نسیم نام رکھا۔ آتش کے پاس اصلاح کے لئے لے گئے۔ اس کا حجم بہت زیادہ تھا۔ اُسے دیکھ کر آتش بولے "ارے بھئی - اتنی بڑی مثنوی کون پڑھے گا۔ یا تم پڑھو گے کہ تم نے تصنیف کی ہے۔ یا میں اصلاح کے خیال سے ایک مرتبہ دیکھ لوں گا۔ اُستاد کامل کی بات کام کر گئی۔ مثنوی کی نظر ثانی کی اور اتنا اختصار کیا کہ عطر نچوڑ لیا۔ اُستاد کی اصلاح کے بعد یہ مثنوی ایک مشاعرہ میں پڑھی گئی۔ سننے والے پھڑک اُٹھے اور تعریفوں کے وہ غل مچے کہ زمین و آسمان گونج اُٹھے۔ مولانا محمد حسین صاحب آزاد اپنی کتاب آب حیات میں لکھتے ہیں "پنڈت دیا شنکر نسیم نے گلزار نسیم لکھی اور خوب لکھی۔ پنڈت صاحب نے ہر مضمون کو تشبیہ کے پردہ اور استعاروں کے پیچ میں ادا کیا اور وہ ادا معشوقانہ خوش ادائی نظر آئی۔ اس کے پیچ وہی بانکپن کی مروڑیں ہیں جو پری زادیں بانکا دوپٹہ اوڑھ کر دکھائی ہیں۔ اور اکثر مطالب کو بھی اشاروں اور کنایوں کے رنگ میں دکھایا ہے۔ باوجود اس کے زبان فصیح اور کلام شستہ اور پاک ہے۔ اختصار بھی اس مثنوی کا ایک خاص وصف ہے جسکا ذکر کرنا واجب ہے۔ کیونکہ ہر معاملہ کو اس قدر مختصر کرکے ادا کیا ہے۔ جس سے زیادہ ہو نہیں سکتا۔ اور ایک شعر بیچ میں سے نکال لو۔ تو داستان برہم ہو جاتی ہے اس کو عام و خاص سب میں شہرت ہے۔ اس کے نکتے اور باریکیوں کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ مگر سب لیتے ہیں۔ اور پڑھتے ہیں۔ جتنی سمجھ میں آتی ہے۔ اسی پر لوٹے جاتے ہیں"۔

مثنوی کے شائع ہونے کے ایک سال بعد سنہ ۱۸۴۳ء میں ۳۲ سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنے شعر کے آپ ہی مصداق ہوئے ؎

روح و رواں و جسم کی صورت میں کیا کہوں
جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا اُدھر گیا

حاضر جوابی کا عالم تھا کہ منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ سنا جاتا ہے۔ کہ لکھنؤ میں ایک شاعر تھے۔ پروانہ تخلص کرتے تھے انہوں نے ایک دفعہ ایک مشاعرہ اپنے مکان پر منعقد کیا۔ انہیں نسیم سے چشمک تھی۔ اور اس لئے مشاعرہ میں انہیں مدعو نہ کیا۔ خیر مشاعرہ کے دن نسیم یونہی سننے کے لئے وہاں جا پہنچے۔ جب انکے آگے شمع آئی۔ تو وہ حیران ہو گئے۔ اور کہا کہ بھئی مجھے تو طرح ہی نہیں بھیجی گئی۔ اور نہ میں نے غزل کہی ہے۔ اسپر پروانہ کہنے لگے

کہ اگر آپ شاعر ہیں۔ تو فی البدیہ ہی کہیئے۔ انہوں نے طبیعت پر زور دیا اور یہ شعر موزوں کر کے پڑھا ؎

گستاخ بہت شمع سے پروانہ ہوا ہے
سر چڑھتا ہے موت آئی ہے دیوانہ ہوا ہے

حاضرین جلسہ پھڑک اٹھے اور نسیم کی بہت تعریف ہوئی۔ اور میاں پروانہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خواجہ آتش پھولوں کے گملے خرید کر لائے۔ اور دیوار پر سجا دیئے جو آتا انہیں چھیڑتا۔ اُنکے پھول مرجھانے لگے۔ یہ دیکھ کر خواجہ صاحب بگڑے اور کہا۔ کہ اُنہیں کوئی نہ چھوئے نسیم پاس کھڑے تھے۔ بیساختہ بول اُٹھے۔ کیا نسیم بھی نہیں؟

ایک مشاعرہ میں نسیم نے ایک غزل پڑھی۔ مطلع تھا ؎

منت دوا کسی کی نہ اصلاح اُٹھائیے
مر جائیے نہ نازِ مسیحا اُٹھائیے

نسیم کی تعریف۔ آتش مشاعرہ میں موجود تھے۔ انہوں نے بقول پنڈت برج نارائن صاحب چکبست نسیم کی بہت تعریف کی اور کہا کہ میرا مطلع اس کے آگے گرد ہے۔ مطلع آتش ؎

جاں بخش لب کے عشق میں ایذا اُٹھائیے
بیمار ہو کے نازِ مسیحا اُٹھائیے

نسیم کی شعرائے لکھنؤ میں وقعت۔ ایک مرتبہ شعرائے دہلی نے تین مصرعے لکھنؤ اس واسطے بھیجے۔ کہ شعرائے لکھنؤ ان پر مصرعے لگائیں۔ مصرعے ملاحظہ ہوں۔ ؎

(۱) ناتواں ہوں کفن بھی ہو ہلکا
(۲) اس لئے قبر میں رکھا انہیں زنجیر سمیت
(۳) من سوئے روم بکعبہ و دل سوئے رود بدیر

اب اہل لکھنؤ کی یہ کوشش تھی۔ کہ مصرعے ایسے لگائے جائیں۔ کہ دہلی والوں کو بھی لکھنؤ کی شاعری کا لوہا ماننا پڑے۔ اگر مصرعے سُست ہوئے۔ تو ہنسی ہوگی۔ اس لئے پہلا مصرعہ ناسخ کو دیا گیا۔ دوسرا آتش کو اور باوجودیکہ بڑے بڑے شعرا موجود تھے۔ لیکن تیسرا مصرعہ نسیم ہی کو دیا گیا۔ تینوں استادوں نے وہ مصرعے لگائے اور وہ بات

پیدا کی کہ باید و شاید۔ ناسخ کا مصرعہ ہے ؎

ڈال دے سایہ اپنی آنچل کا
ناتواں ہوں کفن بھی ہو ہلکا

آتش کا مصرعہ ہے ؎

حشر میں حشر نہ برپا کریں یہ دیوانے
اس لئے قبر میں رکھا انہیں زنجیر سمیت

نسیم کا مصرعہ بھی لاجواب ہے ؎

دارم نہ دین و کفر بہ ہر یک قدم دو سیر
من مے روم بکعبہ و دل مے رود بہ دیر

ایک مرتبہ امجد علی شاہ کے سامنے طوائف نے نسیم کی ایک غزل گائی مطلع ہے ؎

جب نہ جیتے جی میرے کام آئے گی
کیا یہ دنیا عاقبت بخشائے گی

اور جب اس مرصع غزل کا مقطع گایا ؎

جان نکل جائے گی تن سے اے نسیم
گل کو بوئے گل ہوا بتلائے گی

تو بادشاہ بہت محظوظ ہوئے اور حکم دیا کہ اس سخنور باکمال کو دربار میں حاضر کرو۔ حریفوں سے خدا سمجھے۔ انہوں نے چھوٹتے ہی کہا کہ نسیم تو اس جہان فانی سے اٹھ چکے ہیں۔ وقت کی بات ہے۔ ادھر یہ بات منہ سے نکلی۔ ادھر نسیم کا ہیضہ نے خاتمہ کر دیا۔ مرنے کے دو گھنٹے پیشتر یہ شعر کہا تھا ؎

پہنچی نہ راحت ہم سے کسی کو بلکہ اذیت کوش ہوئے
جان پڑی تب بار شکم تھے مر کے وبال دوش ہوئے

اختصار جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کا خاص جوہر ہے۔ صحرائے طلسم کی داستان میں مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں ؎

طوطا بنکر شجر پہ جب کر | پھل کھائے بشر کا روپ پا کر
پتے پھل گوند چھال تاڑی | اس پیڑ سے لے کے راہ پکڑی

تیورا کے وہیں وہ بار بر دوش
بیٹھا تو گرا گرا تو بیہوش

اقرار میں تھی جو بے حیائی
شرمائی۔ لجائی۔ مسکرائی

زیادہ تر قابل تعریف یہ بات ہے کہ اختصار کے ساتھ ساتھ معنی اور تناسب لفظی کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ مثلاً

جامے سے جو زندگی کے تھی تنگ
کپڑوں کے عوض بدلتی تھی رنگ

زنجیرِ جنوں کڑی نہ پڑ جائے
دیوانے کا پاؤں درمیاں ہو

مجنوں ہو اگر تو فصد لیجئے
سایہ ہو تو ڈھونڈ دھوپ کیجئے

سودا ہے مری بکاولی کو
ہے چاہ بشر کی باولی کو

ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری
ثمرہ ہے قلم کا حمدِ باری

اک مرغ ہوا اسیرِ صیاد
دانا تھا طائرِ چمن زاد

تشبیہ و استعارہ اور زبان کا لطف اٹھانا ہو تو گلزارِ نسیم کی سیر کرو۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں

آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر
نا لوں سے خیال بن گیا گھر

لپٹی تھی جو زلف کروٹوں میں
بل کھا گئی تھی کمر لٹوں میں

کی عرض رضا جو ہو خوشی ہو
عاشق کی سزا جو پوچھتی ہو

مشکیں زلفوں سے مشکیں کسواؤ
کالے ناگوں سے ہم کو ڈسواؤ

تلوار سے قتل ہو جو منظور
ابرو کے اشارے سے کرو چور

زنداں میں جو زندہ بھیجنا ہو اپنے دل تنگ میں جگہ دو

گل ہوں تو کوئی چمن بتاؤں غربت زدہ کیا وطن بتاؤں

بیچا تو ٹکے کا جانور ہوں گر ذبح کیا تو مشت پر ہوں

اس نام کے اس لقب کے صدقے اس نامہ کے اس طلب کے صدقے

راتوں کو جو گنتی تھی تارے وہ گنتے لگی خوشی کے سارے

نسیم گو کہ آتش کے شاگرد تھے۔ لیکن برعکس استاد کے انکی طبیعت مشکل پسند تھی اور یہی وجہ ہے کہ کہیں کہیں اتنا اونچا پرواز کرتے ہیں۔ کہ ہمارا خیال وہاں پہنچنے سے قاصر رہ جاتا ہے۔ مثلاً ؎

پر بحر سخن سدا ہے باقی دریا نہیں کار بند ساقی

مرغان ہوا تھے ہوش راہی نقش کف پا تھی ریگ ماہی
سایہ کو پتا نہ تھا شجر کا عنقا تھا نام جانور کا

جاگی مرغ سحر کے غل سے اُٹھی نکہت سی فرش گل سے

لیکن جو اشعار صاف اور سادہ ہیں۔ وہ اُنہی کا حصہ ہیں۔ اور ضرب المثل ہو گئے ہیں۔ مثلاً ؎

ان کے آگے فروغ پانا سورج کو چراغ ہے دکھانا

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

غم راہ نہیں کہ ساتھ دیجئے دُکھ بوجھ نہیں کہ بانٹ لیجئے (باقی آیندہ)

ہینڈ ایمبرائیڈری مشین

مارکہ دی فیری آف دی ہوم

یعنی

عمدہ اور بڑھیا قصیدہ کاڑھنے کی مشین

ہر ایک گھر میں ضرور موجود ہونی چاہیئے

اس مشین سے ہر ایک قسم کے کپڑوں پر گرگابیاں۔ سلیپر۔ بیٹھنے کے آسن۔ بچّیوں کی ٹوپیاں۔ اور دیگر بے شمار اور ہر قسم کے بیل بُوٹے کاڑھے جا سکتے ہیں۔ گھر میں عورتیں اس کام کو نہائیت شوق سے کرتی ہیں۔ کام دفتر میں مفت سکھلایا جاتا ہے۔ ترکیب استعمال اُردو و انگریزی ہیں ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ آزمائش شرط ہے۔ قیمت فی عدد چھ روپے۔ لکڑی کا چوکھٹا بمع سامان ضروری قیمت عہ/۸ الگ سوئی ۔/ ۳ ۔ محصول ڈاک دس آنے بذمہ خریدار۔

بجو پاریوں سے رعائیت۔ نقالوں سے بچیں۔

ملنے کا پتہ

دی فیری ٹریڈنگ کمپنی گھٹی ہٹہ بازار لاہور

اخبار قومی

الہ آباد۔ یہ خبر نہائیت اطمینان سے سُنی جاویگی کہ پنڈت رتن کمار صاحب نہرو خلف الرشید پنڈت موہن لال صاحب نہرو امسال انڈین سول سروس کے امتحان میں جو کہ لنڈن میں منعقد ہوا تھا پہلے نمبر پر کامیاب ہوئے ہیں۔ پنڈت رتن لال صاحب کشمیری قوم میں سے پانچویں شخص ہیں جو کہ آئی۔ سی۔ ایس کے امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ہم پنڈت صاحب موصوف کو ان کی اس کارہائے نمایاں پر مبارکباد عرض کردیتے ہیں۔ اور پرماتما سے دعا ہے کہ پنڈت صاحب موصوف اپنے نونہال کو بڑھتے اور پھولتے دیکھیں۔ تمام کشمیری قوم کو ان کی کامیابی پر بجا فخر ہے۔

پٹھانکوٹ پنڈت تیج کشن صاحب کول خلف پنڈت سری کشن صاحب کول تحصیلدار کے ہاں ۲۴ ماہ حال کو دختر نیک اختر تولد ہوئی۔ مُبارک!

المورہ۔ پنڈت ہردے ناتھ صاحب سپر بی۔ اے Supdt Industrial Survey نینی تال تبدیل ہوگئے ہیں۔ جہاں پر کہ وہ انڈین کلب میں مقیم ہونگے۔

سر۔ پنڈت پیارے لال صاحب نہرو سب انسپکٹر آبکاری انبالہ تبدیل ہوگئے ہیں

اندور۔ پنڈت چیدومن ناتھ صاحب ہکوبی رلے سپرنٹنڈنٹ دفتر حضور ریاست ہلکر بعہدہ فائینشل سیکرٹری اندر د ریزیڈنسی مقرر ہوئے ہیں۔ مبارک۔

چمن۔ پنڈت ہیرالال صاحب ٹکو سٹور کیپر محکمہ فوج کوئٹہ تبدیل ہوگئے ہیں۔

ڈسکہ۔ پنڈت اندر کشن صاحب ٹلی بی۔ اے۔ سب جج فیروز پور تبدیل ہوگئے ہیں۔

آگرہ۔ بخانہ پنڈت کنور گوری پرشاد صاحب منشی بتاریخ ۲۴ جولائی دختر نیک اختر تولد ہوئی۔

بھمبر ریاست کشمیر۔ پنڈت شونراین صاحب بھان ہیڈ کلرک ایجوکیشن بعہدہ انسپکٹر اوف سکولز جموں تبدیل ہوگئے ہیں۔

سری نگر۔ پنڈت سریرام صاحب ماتیمی منتظم خزانہ سری نگر بعہدہ وزیر وزارت جموں تبدیل ہوگئے ہیں

لاہور۔ پنڈت اقبال ناتھ صاحب بقایا۔ رئیس اعظم و مالک اراضیات و پبلشر رسالہ ہذا کے ہاں ماہ گذشتہ میں صاحبزادی نیک اختر تولد ہوئی۔

لاہور۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ نورچشم معروف کاو پنڈت مدن لال صاحب ٹکو کا بعمر ۲ سال عرصہ چار ماہ بیمار رہ کر ماہ گذشتہ میں اس جہان فانی سے رحلت کرگیا۔ اور والدین کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گیا۔ ایشور سے دعا ہے کہ والدین کو صبر و استقلال دے کہ اس صدمۂ عظیم کو برداشت کرسکیں اور بچہ کی روح کو شانتی دے۔

لاہور۔ پنڈت کیلاش ناتھ صاحب وانچو ایم۔ اے خلف پنڈت پریتھی ناتھ صاحب واننچو ہیڈ منشی ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب ریاستہائے پنجاب جو کہ امسال۔ آئی۔ سی۔ ایس کے امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ۶ ماہ اگست کو بمبئی میل سے ولایت تشریف لے گئے ہیں۔ ایشور سے دعا ہے کہ انکو صحت دے اور اس مشکل اور کڑے امتحان میں کامیاب کرے۔